ہندوستان کے مغل بادشاہوں کی عزاداری

مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، پاکستان

عزائے حسین کا ایک طریقہ تو وہ تھا جو آل محمدؐ کے گھر سے شروع ہوا اور وہی مرثیہ خوانی، نوحہ وماتم سارے حسینیوں میں رائج ہوئی۔ ایک دوسرا طریقہ ہندوستان کا رائج کردہ ہے اس میں بہت سی چیزیں بعض عقیدت مندوں کی یادگاریں ہیں جو مصر وعراق وایران سے یہاں آئے۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں کا سلسلہ ان کے جد اعلیٰ امیر تیمور پر ختم ہوتا ہے یہی امیر تیمور ''تعزیہ'' کا موجد مانا جاتا ہے۔

امیر تیمور دنیا کے سلاطین میں واقعی ''شہنشاہ اعظم'' تھا۔ اس کی تلوار یورپ اور دیوار چین تک چمکی۔ اگر اس کی موت اسے شکست نہ دے دیتی تو چین اس کا پائیں باغ ہوتا۔ تیمور کے اجداد لٹیرے ہوں گے لیکن وہ خود امیروں کے گھر میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں چنگیز خاں کے اولاد میں سے تھی۔ اور باپ ''امیر طراغا'' امیر الامراء تھا۔ باپ کی طرح بیٹا بھی مسلمان تھا اور صوفیاء سے زیادہ ائمہ کا معتقد تھا۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے امام علی رضا علیہ السلام کی آستان بوسی کی تھی۔

امیر تیمور ۱۷؍رمضان ۷۷۱ھ یوم چہارشنبہ تخت نشین ہوا اور بلخ کی جامع مسجد میں ۱۴؍رمضان کو اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس وقت تیمور کی عمر ۳۵ برس کی تھی۔ اس نے باقاعدہ توسیع ملک کا پروگرام بنایا۔ فتح عراق کے بعد وہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت روضہ سید الشہداء کو ضرور جاتا تھا۔ اس خاص عقیدت کا سبب خود اس نے ''تزک تیموری'' میں لکھا ہے جسے شہزادہ مرزا حیدر شکوہ تیموری نے نظم کیا ہے:۔

چو تیمور و قیصر بمیدان جنگ
صف آراستہ ہر دو سو بیدرنگ
کہ ناگاہ سادات ذوالاحترام
بشارت کناں باشکوہ تمام
رسیدند از کربلا ونجف
چو فوج ملائک کشیدند صف
یکے زاں علم داشت بہر امیر
مسمّیٰ بہ ''بیضا'' چو مہر منیر
بگفت اے تمرخاں بگیرایں لوا
کہ آوردم از حکم خیبر کشا
تصرف نہ اہل قلم کردہ اند
کہ صاحبقراں خودرقم کردہ اند
برزم آں علم سرچو طوبیٰ کشید
بہ پرچم نسیم ظفر می وزید

(مثنوی شوکت حیدری)

موصوف ہی 'علم حیدری' میں لکھتے ہیں کہ جب دمشق پر حملہ کیا اور دمشق کے کوچہ و بازار دیکھے تو محبت حسینؑ جوش پر آئی اور قصاص خون حسینؑ کی نیت سے قتل عام کا حکم دے دیا غرض کثرت مشاغل کی وجہ سے کچھ دنوں تک زیارت کے لئے حاضر دربار سید الشہداءؑ نہ ہوسکا تو دو تربتیں حسینؑ کے نام سے بنوائیں اور ان کی زیارت سے سکون حاصل کرنے لگا۔ (تعزیہ حسینؑ)

شہزادے صاحب کہتے ہیں کہ تیمور نے 'تزک' میں یہ دونوں واقعے لکھے ہیں لیکن اس کے مترجم افضل بخاری نے جہاں اور بہت سے تغیرات کئے وہاں یہ چیزیں بھی تحریف سے نہ بچیں

اس روایت کے بارے میں اس سند کے علاوہ موصوف اپنے بزرگوں کی توثیق بھی بیان کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ 'آگرہ' میں اب تک تیمور کا تعزیہ رہتا ہے اور قلعہ سے اٹھتا ہے۔ اسی طرح تربت امام حسینؑ و امام حسنؑ کے نام سے لکڑی کے ایک چوخانے میں کچھ خاک شفا تربت کے نام سے 'لاہور' کی جامع مسجد کے تبرکات میں جسے تیمور ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے محفوظ ہے۔

ہندوستان میں تیموری بادشاہوں میں 'ہمایوں' بابر کی طرح کھلم کھلا شیعہ تھا اس لئے یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں نے عزائے حسینؑ سے کافی دلچسپی لی ہوگی۔ افسوس ہے کہ تفصیلات ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔ ہمایوں کے بعد ہندوستان میں مستقل طور پر مغل راج شروع ہوا۔ یہاں دو تین سو برس سے ایک خاص قسم کی اسلامی حکومت تھی۔ صوفیاء علماء اور تمام مسلمان اہل سنت تھے۔ یہ عالم تھا کہ فیروز شاہ جس طرح ہندوؤں کے معابد کے انہدام کو اپنے لئے باعث فخر جانتا تھا اسی طرح شیعہ مذہب ان کے کتب خانوں اور علماء کے تباہ و قتل پر بھی فخر کرتا تھا۔ اسی طرح مجدد الف وغیرہ تھے چنانچہ اکبر کی پرورش اور تعلیم مخدوم الملک، صدر الاسلام اور شیخ عبدالغنی جیسے متعصب علماء کے ہاتھوں ہوئی، جب ہوش سنبھالا ہندوؤں کی آمیزش نے اسے ہندو رکھا نہ مسلمان۔ اکبر کے بعد جہانگیر خود تو باپ کی طرح آزاد تھا لیکن نور جہاں تمام مراسم انجام دیتی رہتی اور جہانگیر اس قدر متاثر تھا کہ آخر جز و کل کا اختیار نور جہاں ہی کو تھا۔

چنانچہ شیخ احمد سرہندی نے جہانگیر پر قبضہ حاصل کیا اور شیعہ علماء میں قاضی نور اللہ شوستریؒ شہید کئے گئے۔ شاہجہاں کے دور میں بھی اسی طرح حالات باقی رہے۔ عالمگیر پھر مذہبی آدمی نکلا۔ اس زمانے میں شیعوں پر سختیاں بہت ہوئیں۔ وہ اپنے ظاہر و باطن کی دورنگی کی وجہ سے اور کردار کی یک جہتی نہ ہونے کی وجہ سے مجبور ہو کر ایک مرتبہ عزاء پر پابندیاں لگا تا ہے۔ اور پھر یہ بھی لکھتا ہے (وصیت نامہ) میری پہلی وصیت یہ ہے "ایں عاصی غرق معاصی را نحیف وتقریش تربت مطہرہ مقدسہ حسینیہ علیہ السلام نمائند کہ مفرقان بحار عصیاں را بغیر ازالتجابہ آں درگاہ مرحمت وغفران پناہ نیست، ومصالح ایں سعادت عظمیٰ نزدفرزند ارجمند بادشاہ زادہ عالی جاہ ہست، بگیرید "یعنی قبر میں خاک شفا بھی رکھی جائے اس لئے کہ گنہگاروں کی بخشش بغیر اس درگاہ سے توسل کے نہیں ہو سکتی۔ اور اس سعادت عظمیٰ کی مصلحت عالی جاہ محمد معظم شاہ بہادر کے پاس ہے ان سے لے لیا جائے۔

عالمگیر کے بعد بہادر شاہ اول نے اپنی شیعت کا اعلان کیا، علامہ شبلی لکھتے ہیں "نعمت خاں عالی نے وقائع نعمت خاں عالی میں سرتا پا عالمگیر کی ہجو لکھی، لیکن عالمگیر کے جانشین بہادر شاہ نے شیعیت کی مناسبت سے نعمت خان کو دانشمند کا خطاب دیا اور وقائع نعمت خان درس میں داخل ہوگئی۔

قلعہ کے امام باڑے کی تصویر میں نے دیکھی ہے جس میں ایک چھوٹی سی شہ نشین ہے جس میں آگے دو بڑے بڑے علم لگے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک جالی دار تربتی ضریح دکھائی دیتی ہے۔ امام باڑے کے آگے ایک شامیانہ لگا ہے۔ منشی فیض الدین قلعہ میں جاتے آتے تھے اور موثق ومعتمد لوگوں سے قطع نظر خود شاہزادہ مرزا محمد سلیمان شاہ نے ان کی تصدیق بھی کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "بزم آخر" میں لکھتے ہیں:۔

"ولی عالم رائے عباسی، سیرت المتاخرین، تاریخ اسلام احسان اللہ، روابط ادبی ہند وایران، فتوحات فیروز شاہی" ص ۳۶ وقائع عالمگیری ص ۴۔۶ ۴ رانہوں نے خطبے میں ائمہ اثنا عشر کے نام داخل کئے تھے۔ اور عوام کے ہنگامہ کی کوئی فکر نہ کی۔

"محرم کا چاند دکھائی دیا۔ ماتم کے باجے بجنے لگے، سبیلیں رکھی گئیں، حسنؑ وحسینؑ کے فقیر بنے، سبز کپڑے پہنے گلے میں سبز کفنی جھولی ڈالی، جھولی میں الائچی دانے، سونف، خشخاش بھری، درگاہ میں جا کر سلام کیا، نیاز دی۔ دس دن تک صبح کو کھانا، شام کو شربت فقیروں کو بانٹا۔

چھٹی تاریخ، آج بادشاہ لنگر میں کھنچیں گے۔ دیکھو! چاندی کے دو پنچے بنے ہوئے، دو لکڑیوں پر لگے ہوئے لال، سبز کپڑے بندھے ہوئے۔ ان کو شدّے کہتے ہیں، بادشاہ

کے دونوں ہاتھوں میں ہے۔ ایک چاندی کی زنجیر میں جکڑ کر دو چار قدم بادشاہ کو کھینچا۔ اے لو! بادشاہ کے گلے میں ڈال دی دونوں شدے بدلے گئے۔

''ساتویں تاریخ ہوئی دیکھوابرک کے کنول، ان میں شمعون روشن بانس کی کھپچیوں میں ٹٹیاں لال کاغذ سے منڈھی ہوئی ،ان پر لال لال کنول، بیچ میں دغدغے روشن ہیں۔مہندی اور مالید ہ کے خوان بڑی بڑی طوغیں روشن ساتھ ساتھ میں آگے آگے تاشے، باجے، روشن چوکی والیاں پیچھے پیچھے بادشاہ اور بیگمات حبشنیاں، اور ترکنیاں خوجے وغیرہ سب چلے جاتے ہیں۔

لو! مہندی امام باڑے میں پہنچی۔ آرائش سب کٹ گئی، مہندی، مالیدہ، طوغیں درگاہ میں چڑھادیں۔

آٹھویں تاریخ ہوئی۔

''اے لو! بادشاہ حضرت عباسؑ کے سقہ بنے ۔لال کھاروئے کی ایک لنگی بندھی ہوئی، شربت پلا رہے ہیں، اب شربت پلا چکے۔ مالیدے پر نیاز دی، سب کو بٹوادیا۔

آج دسویں تاریخ عشرہ کا دن ہے

''مٹی کے آبخورے لمبے گلے کے، بیچ میں سے پتلے، کورے کورے انکو کوزیاں کہتے ہیں، دودھ اور شربت ان میں بھرا گیا، لال لال کلاوے، ان کے گلوں میں باندھے، تازے تازے حلوے کے کونڈے بھر کر رکھے گئے، نذر ہوئی، دیکھو! چھوٹے چھوٹے بچے دوڑے چلے آتے ہیں۔''

وہ ظہر کا وقت ہوا، بادشاہ برآمد ہوئے۔ موتی مسجد میں عاشورے کی نماز پڑھی، دیوان خاص میں حاضری کی تیاری ہے۔ ایک بڑا سادہ دسترخوان بچھا کر اس پر شیر مالیں چنی گئیں۔ شیر مالوں پر کباب، پنیر، مولی کا ٹکڑا، پہلے آپ چکھا پھر ایک ایک شیر مال اور کباب وغیرہ پہلے ولی عہد پھر شہزادوں اور معزز امیروں کو اپنے ہاتھ سے دیا، باقی سب بٹ گئیں۔

''اے لو! وہ جامع مسجد سے تبرکات پالکی میں رکھے ہوئے، آگے آگے سپاہیوں کے تمن باجا بجتا ہوا آئے۔ بادشاہ تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ تبرکات پالکی سے نکال کر چوکی پر رکھے گئے، حضرت محمد مصطفیؐ کا جبہ اور نعلین آنکھوں سے لگائیں، حضرت علیؑ کے ہاتھ کا قرآن شریف سر پر رکھا بوسہ دیا۔ حضرت امام حسینؑ کی خاک شفا کو آنکھوں سے لگا دیا پھر حضرتؐ کے موئے مبارک کو گلاب اور خوشبو میں غسل دیا۔

''لواب زنانہ ہوا، بیگمات آئیں، تبرکات کی زیارت کی، بادشاہ اور بیگمات محل میں داخل ہوئیں۔ تبرکات اسی طرح پالکی میں باجے گاجے سے جامع مسجد گئے۔ شام کو اسی طرح محل کی درگاہ کے تبرکات کی زیارت کی۔

''دیکھو گوٹا بٹ رہا ہے، بن ڈلیاں، آپس میں بٹ رہا ہے ،اکثر سلاطین قلعہ میں تعزیہ داری کرتے تھے اور فقیر پیک بنتے تھے۔ کوئی نشانچی، کوئی نقیب بنتا تھا، کوئی تاشا، کوئی ڈھول، کوئی جھانجھ تعزیوں کے آگے بجاتا تھا، کوئی مرثیے پڑھتا تھا۔

مرثیہ خواں کو درگاہ سے چار طشتریاں، پن چکنی ڈلیاں بھنے ہوئے خربوزے کے بیج اور دھنئے کی ملا کرتی تھیں۔ بڑی دھوم دھام سے علم اٹھاتے تھے۔

بہادرشاہ ظفر آخری تاجدار دہلی نے اپنے بھتیجے ''مرزا حیدر شکوہ'' کی معرفت لکھنؤ کی درگاہ حضرت عباسؑ میں علم بھیجا تھا، جو سلطان العلماء مولانا سید محمد صاحب قبلہ کے ہاتھوں بڑے تزک واحتشام اور شاہی جلوس کے ساتھ درگاہ میں چڑھایا گیا۔

بادشاہ کے اس اعلان شیعیت ومظاہرہ عقیدت سے دلی میں تہلکہ مچ گیا۔ اور بادشاہ کو یہاں تک مجبور کر دیا گیا کہ انہوں نے ان واقعات سے انکار کر دیا۔ حکیم احسن اللہ خاں صہبائی نے غالبؔ سے ایک مثنوی کہلائی۔ جس میں علم والے واقعہ کی تکذیب اور شیعوں کے عقائد پر طعن کیا گیا تھا۔ مرزا حیدر شکوہ کو جھوٹا کہا گیا بلکہ اس معاملہ میں ریزیڈنٹ لکھنؤ کو کچھ ہدایات بھی ہوئے۔ شہزادے صاحب نے ایک رسالہ ''علم حیدری درعقائد تیموری'' لکھا جس میں بتلایا کہ تیمور سے اب تک تمام مغل بادشاہ شیعہ تھے اور تقیہ میں بسر کرتے تھے ہر ایک کے بارے میں شواہد پیش کئے اور بتایا کہ بہادر شاہ اول نے کھلم کھلا اعلان کیا اور ائمہ اثنا عشر کے نام داخل خطبہ کئے پھر ظفر کے تمام خطوط اور

گفتگو بالتفصیل لکھی ہے۔ مرزا حیدر شکوہ صاحب ہی نے ''کلمات طیبات'' کی رو میں ''شوکت حیدری'' لکھی جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جناب بہادر شہ نامدار
کہ ہم عم ماہست وہم شہریار
تخلص ظفر کنیش بوظفر
ظفر بے سپہ، دارد آں نامور
ازاں بادشہ تابہ صاحبقراں
پدر بر پدر ہست شاہ جہاں
بدادودہش کارفرمودہ اند
ہمہ شیعیان علیؑ بودہ اند
خصوصاً بہادر شہ نامدار
مسمیٰ ہمہ شاہ عالی تبار
زشمشیرزنگ تقیہ زدود
بگیتی رواج تشیع نمود
دل خسروماازیں بیش تر
قوی بستہ بدبرتعصب کمر
خلاف بزرگان خود پانہاد
بدرگاہ ہم دست غارت کشاد
تبہ کردچوں تعزیہ خانہ را
تہی ساخت ازخیرکاشانہ را
ازاں روزجز نام وحرمت نماند
دراں سلطنت ہیچ عزت نماند
چناں کاراعظام موقوف شد
کہ ہم نذر حکام موقوف شد
رہ دیں چودریافت آں بادشاہ
طلب کردمارابصد عزوجاہ
زاقران وامثال عزت فزود
بالطاف شاہی تفقد نمود
مرابس کہ ازخویش ہم رازدید
زحضاربدکیش خلوت گزید
چومحفل تہی شدزہراہرمن
بفرمودازمن دراں انجمن
بہ تعبیر آں گشت چوں اہتمام
ہماں وقت بااعتقاد تمام
بآل محمدؐ تولا نمود
زاعدائے آنہا تبرا نمود
بہ صدشکریہ آں علم ساختہ
زمانہ چو افسربسرداشتہ
فرستاد در لکھنؤ بادشاہ
پئے نذردرگاہ عرش اشتباہ
دگرشقہ خاص خیرکتاب
بنام جناب ہدایت مآب
بعلم وعمل مقتدائے انام
سمّی محمد علیہ السلام
بمامرحمت گشت و ازدست ما
رسیدہ بدرگاہ آں مقتدا
چودرلکھنؤ آمدم ازحضور
فریبی نمودم ازاصحاب زور
چناں طبع رامنحرف ساختند
کہ کردۂ خودرانہ پنداشتند
چوآں قوم بدکیش ناچارکرد
ز ارسال و اصدار انکار کرد
چوں توقیرشاہی غلط ساختند
بنام من ایں قرعہ انداختند
نہ انکارنصب علم کردہ اند
بنامم چوتابش رقم کردہ اند

اس جھگڑے نے بہت طول کھینچا۔ طرفین سے برابر بیت بازی ہوتی رہی آخر میں جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ نے ''خطاب فاصل'' لکھ کر اس کو ختم کیا اور مرزا غالبؔ نے اپنی طرف منسوب کردہ مثنوی سے برأت کردی۔ غرض ''ہنگام رست وخیز بے جا'' نے دنیا بدل دی مغل تخت وتاج چھن گیا۔ مگر ان کی بہت سی یادگاروں کی طرح سید الشہداءؑ کے سلسلہ میں کئی چیزیں ان کی یادگار میں باقی ہیں۔ سچ ہے ؎

''نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت''

(ماخوذ از ''سرفراز'' لکھنؤ محرم نمبر ۱۳۷۱ھ)